روداد شبلی صدی تقریبات
و
بین الاقوامی سمینار

منعقدہ ۲۹؍نومبر تا ۱؍دسمبر ۲۰۱۴ء

کلیم صفات اصلاحی

الحمد للہ شبلی صدی تقریبات کے سلسلہ میں منعقد ہونے والا بین الاقوامی سمینار بہ خیر و خوبی اور نہایت کامیابی سے اختتام کو پہنچا۔ اس سے قبل ملکی سطح پر ممبئی، لکھنؤ، بلریا گنج اور دہلی میں اس مناسبت سے متعدد اہم علمی مذاکرے اور سمینار منعقد کیے جا چکے تھے۔ بعض رسائل و جرائد نے علامہ شبلی اور دارالمصنّفین پر خصوصی گوشے بھی شائع کیے۔ جب دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی میں ۲۹؍نومبر تا ۱؍دسمبر ۲۰۱۴ء کو ایک عالمی مجلس مذاکرہ کے انعقاد کا اعلان کیا گیا تو شبلی و سلیمان کے عقیدت مند اور دارالمصنّفین کے بہی خواہ اس تاریخ ساز تقریب میں شرکت کرنے کے لیے اعظم گڑھ تشریف لائے۔ امریکہ، لندن، پاکستان، ساؤتھ افریقہ، سعودی عرب، ابوظبی، ملیشیا، مصر، ترکی اور ملک کے گوشہ گوشہ سے بڑی تعداد میں مندوبین تشریف لائے۔ بہت سے علماء و محققین ویزا کی دشواری کے سبب اس محفل میں شریک نہ ہو سکے۔ دارالمصنّفین کی انتظامیہ کو اس کا شدید قلق ہے۔

بیرونی ملکوں کے نمائندوں میں امریکہ سے پروفیسر ڈیوڈ لیلیولڈ اور جناب میکس بروس، ڈاکٹر اے عبداللہ رکن مجلس انتظامیہ دارالمصنّفین، ڈربن سے علامہ سید سلیمان ندوی کے فرزند ارجمند پروفیسر سید سلمان ندوی، لندن سے مولانا عیسیٰ منصوری اور مولانا رضوان احمد فلاحی، ترکی سے

پروفیسر عبدالحمید براشق، پروفیسر طالپ الپ اور یوسف قاراچا، مصر سے پروفیسر علا محمد رافت اور پروفیسر محمود علاوی، ملیشیا سے پروفیسر جمیل فاروقی، ڈاکٹر ارشد اسلام اور پروفیسر اسرار احمد خاں، سعودی عرب سے ڈاکٹر محمد اجمل ایوب اصلاحی، جناب عزیر شمس، پروفیسر جلال سعید الحفناوی اور پروفیسر سامی سلیمان محمد، ابوظہی سے مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی، جناب فرید الدین ندوی اور پاکستان سے جسٹس محمد الغزالی تشریف لائے اور اس علمی مذاکرہ کو عالمی وقار عطا کیا۔

ملک کے ممتاز علماء اور دانشوروں میں مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، صدر مسلم پرسنل لا بورڈ و ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، مولانا سید جلال الدین عمری، امیر جماعت اسلامی ہند، مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی، مہتمم ندوۃ العلماء و چانسلر انٹگرل یونیورسٹی لکھنؤ، مولانا سید محمد واضح رشید ندوی، معتمد تعلیم ندوۃ العلماء، پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی، پروفیسر نعیم الرحمٰن فاروقی وائس چانسلر الٰہ آباد یونیورسٹی، پروفیسر اختر الواسع کمشنر برائے لسانی اقلیات، پروفیسر محمد شمیم جیراج پوری سابق وائس چانسلر مولانا آزاد اردو نیشنل یونیورسٹی، حیدرآباد۔ پروفیسر شریف حسین قاسمی، پروفیسر محسن عثمانی ندوی، پروفیسر رفاقت علی خاں، پروفیسر سید محمد عزیز الدین ڈائریکٹر رام پور رضا لائبریری۔ پروفیسر ظفر احمد صدیقی، پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی ڈین فیکلٹی آف تھیالوجی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، پروفیسر خالد محمود وائس چیئر مین دہلی اردو اکیڈمی، پروفیسر شافع قدوائی، پروفیسر ظفر الاسلام اصلاحی شعبہ اسلامک اسٹڈیز علی گڑھ، پروفیسر شہپر رسول، پروفیسر عبدالقادر جعفری صدر شعبہ عربی و فارسی الٰہ آباد یونیورسٹی اور ڈاکٹر شمس بدایونی وغیرہ نے اس میں شرکت کی۔

دارالمصنّفین نے جب اپنے بانی کی وفات اور اپنے قیام کے پچاس سال پورے کیے تھے تو اس وقت بھی اس کی خدمات کے اعتراف و جائزے کے لیے دنیا بھر سے اہل علم و دانش دارالمصنّفین میں مجتمع ہوئے تھے، یہ دارالمصنّفین کی تاریخ کا عہد شباب تھا اور اس وقت دارالمصنّفین کے معماروں میں مولانا مسعود علی ندوی زندہ تھے۔ان کے وجود سے دارالمصنّفین کا وزن اور وقار قائم تھا۔ اس علمی اجتماع کے متعلق مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی نے مارچ ۱۹۶۵ء کے شذرات میں لکھا تھا "۱۹۴۷ء کے بعد مسلمانوں کا ایسا منتخب اور نمائندہ اجتماع نہیں ہوا تھا۔حکومت کے ارکان، اسلامی ملکوں کے سفراء، مشاہیر علماء، یونیورسٹیوں اور عربی درس

گاہوں کے نمائندے، نامور اصحاب علم و قلم اور مسلمانوں کے مختلف مکاتب خیال کے اکابر شریک ہوئے، گولڈن جبلی کا افتتاح ڈاکٹر سید محمود صاحب صدر مجلس منتظمہ دارالمصنّفین و سابق وزیر خارجہ حکومت ہند نے کیا تھا۔ اس کی صدارت ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب نے کی تھی جو اس وقت نائب صدر جمہوریہ کے منصب پر سرفراز تھے۔ ناظم دارالمصنّفین مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی نے ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا تھا۔ اس سپاس نامہ کے جواب میں نائب صدر نے جو حسن اتفاق سے دارالمصنّفین کے معزز رکن تھے اور اس کی خدمات اور سرگرمیوں سے بہ خوبی واقف تھے، دارالمصنّفین کے بانی، اس کے معماروں اور اس کی علمی، تحقیقی اور تاریخی خدمات پر انتہائی بلیغ، پرمغز اور عالمانہ خطبہ دیا تھا۔ یہ خطبہ خیالات کی بلندی و گہرائی، قومی و ملی جذبات اور ادبی فصاحت و بلاغت کا شاہکار تھا۔ اس کے متعلق مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے فرمایا تھا کہ ''یہ خطبوں کا تاج محل تھا''۔ واقعہ یہ ہے کہ دارالمصنّفین کے لیے اس سے بہتر خراج عقیدت پیش کرنا ممکن نہیں۔ اس تاریخ ساز موقع پر نواب ساجدہ سلطان صاحبہ بیگم بھوپال اور مسز سچیتا کرپلانی وزیر اعلیٰ اتر پردیش کی شرکت نے اس محفل کو چار چاند لگا دیا تھا۔ ان کی خدمت میں بھی سپاس نامے پیش کیے گئے تھے۔ جو آج بھی میوزیم کی زینت بنے ہوئے ہیں۔

دارالمصنّفین کے لیے یہ انتہائی فخر و ناز اور اہل اعظم گڑھ کے لیے اعزاز کی بات ہے کہ جب اس ادارہ نے اپنی زندگی کے سو سال پورے کیے تو اس وقت جمہوریہ ہند کے نائب صدر کے عہدہ پر عالی جناب محمد حامد انصاری فائز ہیں۔ ان کا تعلق غازی پور کے اس خانوادہ سے ہے جس کے اجداد میں حکیم عبدالوہاب نابینا علامہ شبلی نعمانی کے ہم درس تھے۔ ان کے جد امجد ڈاکٹر مختار احمد انصاری اپنے عہد کے نامور طبیب حاذق تھے، انہوں نے مظلومین بلقان کے لیے ترکی جانے والے طبی وفد کی قیادت کی تھی اور ان کو یہ فخر حاصل ہے کہ شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی نے رخصت کرتے وقت ان کی قدم بوسی کی تھی اور ان کی معذرت کے جواب میں مولانا شبلی نے فرمایا تھا: ''یہ تمہارے پاؤں نہیں اسلام کے مجسمۂ غربت کے پاؤں ہیں''۔ شبلی و مملکت شبلی سے اسی خاندانی و دیرینہ تعلق کی بنا پر انہوں نے دارالمصنّفین کی دعوت قبول فرمائی اور یہاں تشریف آوری

کی زحمت فرمائی۔

یوپی حکومت کے نمایندہ اور کابینی وزیر جناب بلرام یادوان کے ہمراہ تھے۔ جناب نائب صدر ڈھائی بجے دن میں اکیڈمی تشریف لائے۔ کارکنان دارالمصنّفین سے مختصر ملاقات کے بعد میوزیم میں تشریف لے گئے جہاں مخطوطات ومسودات اور دوسری اہم تصاویر دیکھ کر اپنی مسرت کا اظہار کیا۔ اکبر نامہ، مونس الارواح، گاندھی جی اور اپنے دادا مختار احمد انصاری کے خطوط دیکھنے کی خوشی حاصل کی۔ لائبریری کے مرکزی ہال کو تھوڑی دیر کے لیے رونق بخشی اور وزٹرس بک پر اپنے تاثرات تحریر کیے، پھر افتتاحی اجلاس کے لیے اندرونی راستہ سے شبلی ڈگری کالج گراؤنڈ تشریف لیے گئے۔

اسٹیج پر نائب صدر کے علاوہ جناب بلرام یادو، شبلی کالج کے پرنسپل ڈاکٹر افسر علی، ڈاکٹر ظفر الاسلام خاں صدر مجلس عاملہ دارالمصنّفین اور پروفیسر اشتیاق احمد ظلی تشریف فرما ہوئے۔ سب سے پہلے قومی ترانہ پیش کیا گیا۔ اس کے بعد شاہنواز فیاض نے تلاوت کی۔ اس اجلاس کی صدارت نائب صدر عالی جناب محمد حامد انصاری صاحب نے اور نظامت کے فرائض پروفیسر اشتیاق احمد ظلی نے انجام دیے۔ سب سے پہلے ڈاکٹر افسر علی نے نائب صدر کی خدمت میں اور ڈاکٹر ظفر الاسلام خاں نے شری بلرام یادو کو گلدستہ پیش کیا۔

پروفیسر اشتیاق احمد ظلی نے اپنے خطبہ استقبالیہ میں نائب صدر جمہوریہ ہند اور دوسرے مہمانوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ علم وادب، تہذیب وشائستگی، حب الوطنی، سرفروشی اور قربانی کی سرزمین اعظم گڑھ پر علم ودانش کے مرکز دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی میں ہم اعظم گڑھ کے باشندوں اور اس کے علمی، تعلیمی اداروں کی طرف سے دل کی گہرائیوں سے آپ کا استقبال کرتے ہیں۔ شبلی صدی تقریبات میں شرکت کے لیے دور دراز سے آپ کی تشریف آوری، علم وادب، حریت پسندی اور حب الوطنی کی اس درخشاں روایت سے آپ کے تعلق خاطر کی دلیل ہے جس کی علم برداری کا شرف علامہ شبلی کے قائم کیے ہوئے اس ادارہ کو گزشتہ ۱۰۰ سال سے حاصل رہا ہے۔ اس سے بھی زیادہ یہ اس ادارہ کے عظیم موسس سے آپ کی عقیدت ومحبت کی غماز ہے، جنہوں نے اپنی پوری زندگی علم وادب اور ملک وقوم کی خدمت میں گذار دی اور عمر کے آخری حصہ میں دارالمصنّفین کی

شکل میں دنیا کو ایک ایسا بے نظیر تحفہ دیا جس پر بغداد کے بیت الحکمۃ کا اطلاق بے جا نہ ہوگا۔ دارالمصنّفین نے نہایت ناسازگار حالات کے باوجود علم وادب کی بے مثال خدمت کی ہے۔اسی کے ساتھ اس ادارے سے وابستہ محققین و مورخین اور ادباء نے اپنے گراں بہاں لٹریچر کے ذریعہ وطن عزیز کے باشندوں کے درمیان باہمی مفاہمت اور اتحاد و یگانگت پیدا کرنے اور ان کو ایک دوسرے سے قریب لانے کا جو عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہے، اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔اکیڈمی نے یہ کام جن حالات اور جس سطح اور جس پیمانے پر انجام دیا ہے وہ قابل فخر بھی ہے اور نہایت دل خراش بھی۔انہوں نے مزید کہا کہ علامہ شبلی کو جہاں اسلامی ورثہ پر فخر تھا اور بہ حیثیت مسلمان اپنی شناخت کی حفاظت پر اصرار تھا وہیں وہ ملک کے مختلف طبقات کے درمیان اتحاد و یکجہتی کے زبردست حامی بھی تھے اور ہر طرح کی فرقہ واریت کے سخت مخالف تھے۔وقت اور حالات نے ثابت کر دیا ہے کہ ان کی سوچ صحیح تھی۔آیئے عہد کریں کہ جو پیغام علامہ شبلی نے ایک صدی قبل دیا تھا اس کو ہندوستان کے ہر گھر اور ہر فرد تک پہنچائیں گے۔اس کے بعد عالی جناب نائب صدر جمہوریہ ہند کی خدمت میں پروفیسر اشتیاق احمد ظلی نے سپاس نامہ پیش کیا۔

جناب بلرام یادو نے نائب صدر جمہوریہ کا استقبال کرتے ہوئے کہا کہ دارالمصنّفین اور شبلی کالج اعظم گڑھ کی شناخت ہیں۔علامہ شبلی نے ان اداروں کو جس مقصد کے لیے قائم کیا تھا یہ آج بھی اسی راہ پر گامزن ہیں۔ان اداروں کی فلاح و بہبود کے لیے جو بھی تجاویز پیش کی جائیں گی حکومت اتر پردیش انہیں پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرے گی۔

اس کے بعد پروفیسر اشتیاق احمد ظلی صاحب نے صدر اجلاس نائب صدر جمہوریہ ہند عالی جناب محمد حامد انصاری صاحب کو صدارتی خطاب کے لیے مدعو کیا۔انہوں نے افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شبلی نے جس دور میں جنم لیا وہ مسلمانان ہند کے لیے نازک اور تغیر پذیر عہد تھا، وہ بالکل ہی مختلف عہد تھا۔شاید وہ ہمارے ادراک سے بھی پرے ہے۔ان کی زندگی، ان کے سفرنامے، ان کا حلقۂ احباب اور ان سب سے بڑھ کر ان کا فضل و کمال ایک متجسس ذہن کی گواہی دیتے ہیں۔ان کا شاہکار علمی کارنامہ ''الفاروق'' کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔مولانا شبلی کو جو مسائل درپیش تھے، ان میں سے ایک تعلیم سے متعلق

جدیدیت کے اس مخصوص رجحان کے تناظر میں تھا جو برطانوی حکومت کے قیام کے بعد ہندوستان اور ہندوستانیوں پر تھوپ دیا گیا تھا۔اس تبدیلی کا ایک ایسا گہرا نفسیاتی اثر ہوا جو احساس محرومی کا عکاس تھا۔شبلی نے اس کرب کا اظہار اپنی ایک طویل نظم ''شہر آشوب اسلام'' میں کیا ہے۔انھوں نے دارالمصنّفین کے متعلق کہا کہ ''گذشتہ ایک صدی سے شبلی اکیڈمی نے علم وتحقیق بطور خاص سیرۃ النبیؐ ، اسلام کی ابتدائی تاریخ ،قرآنیات ،عہد وسطیٰ پر ترکیز کے ساتھ ہندوستانی تاریخ ، اردو، فارسی اور عربی ادب اور عربی شخصیات کے حوالے سے نہایت وقیع خدمات انجام دی ہیں۔ اس کی مطبوعات متاثر کن اور ماضی وحال کی علمی کاوشوں کا نذرانہ ہیں۔ ہندوستان اور ہندوستانی بجا طور پر اسے اپنی وراثت کا ایک اہم حصہ تصور کرتے ہیں۔اسی طرح ان سے بھی یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس ورثہ کی حفاظت کریں اور اس کے فضل وکمال میں ایسا اضافہ کریں جو اس کی عظمت وشوکت کو بڑھائے۔اس کے لیے بنیادی شرط تعلیم ہے جس میں ہم باوجود متواتر اور صحیح تشخیص کے پچھڑ گئے ہیں۔انھوں نے مزید کہا کہ ہماری وسیع اور متنوع آبادی کا کوئی بھی حصہ بحثیت شہری حکومت سے چار بنیادی مطالبات کے تقاضا کا حق رکھتا ہے،سماجی امن، تحفظ اور تشخص کی حفاظت ،مناسب تعلیم کے ذریعہ ترقی ، روزگار اور سرکاری اسکیموں میں مناسب اور مساوی حصہ داری نیز فیصلہ سازی میں بھی مناسب حصہ داری۔ان تمام امور کی حصول یابی میں یقیناً کچھ کمیاں ہیں، ان کمیوں پر قابو پانا یقیناً ایک بڑا چیلنج ہے۔ یہ حقوق کا مسئلہ ہے خیرات کا نہیں۔ان کے لیے جدوجہد،صبر تسلسل اور شمولیت کے دائرے میں رہتے ہوئے کی جانی چاہیے۔ عدم شمولیت اور اجنبیت کے راستہ سے پرہیز کرنا چاہیے۔''سب کے ساتھ سب کا وکاس'' کا ہدف درست اور قابل قدر ہے۔اس کے لیے ایک مشترکہ نقطۂ آغاز اور مطلوبہ رفتار سے سب میں شانہ بہ شانہ چلنے کی صلاحیت ضروری ہے۔اس صلاحیت کو انفرادی وسماجی اقدام حکومتی سطح پر کرنا ہوگا جو زمینی سطح پر ثمرآور ہوں۔آخر میں نائب صدر نے شبلی اکیڈمی کی صدسالہ تقریب کے انعقاد پر کارکنان درالمصنّفین کو تہنیت پیش کی اور یہاں مدعو کیے جانے پر تہ دل سے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ''مجھے یقین ہے کہ ایک صدی مکمل کرنے کے بعد آنے والے سالوں میں یہ ادارہ اور بھی بامقصد پیش رفت کرے گا''۔

اس کے بعد ڈاکٹر ظفر الاسلام خاں صدر مجلس عاملہ نے شکریہ کی قرارداد پیش کی اور اس افتتاحی نشست کے خاتمہ کا اعلان کیا گیا۔

شام کو بعد نماز مغرب پونے چھ بجے خصوصی نشست منعقد کی گئی جس کی صدارت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب اور نظامت مولانا حافظ محمد عمیر الصدیق دریابادی ندوی سینئر رفیق دارالمصنّفین نے فرمائی۔ تلاوت حافظ عبدالرحمٰن قمر عباسی صاحب نے کی۔ ناظم اجلاس مولانا محمد عمیر الصدیق دریابادی نے مہمانوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ علامہ شبلی نعمانی عہد آفریں شخصیت کے مالک تھے، ان کی وفات اور دارالمصنّفین کے وجود کو سو سال ہوگئے ہیں۔ اس خوبصورت تقریب کا حصہ بننے کے لیے دنیا بھر سے آئے ہوئے مندوبین و مدعوبین کی زحمت فرمائی۔ شبلی اور دارالمصنّفین سے ان کے بے پناہ محبت کی دلیل ہے۔ علامہ شبلی کی وفات کے تیسرے روز اس ادارہ کی بنیاد ان ہی کے طے کردہ خطوط پر رکھی گئی۔ اس کے بعد اس کے معماروں مولانا حمید الدین فراہی، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالسلام ندوی، مولانا مسعود علی ندوی سے لے کر شاہ معین الدین ندوی، سید صباح الدین عبدالرحمٰن، مولانا ضیاء الدین اصلاحی تک نے اس ادارہ کو بام عروج پر پہنچانے کے لیے جو لازوال قربانیاں دی ہیں، وہ ناقابل فراموش ہیں۔ شبلی صدی تقریبات کو منانے میں ان کے علمی اور تصنیفی کارناموں کی گونج بھی ضرور سنائی دیتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر تلامذۂ شبلی اور ان کے بعد کے لوگوں نے قناعت، صبر اور استقلال کا ثبوت نہ دیا ہوتا اور انتہائی نامساعد حالات میں ادارہ کی بقا کو اپنی زندگی کا مشن نہ بنایا ہوتا تو شاید آج اس انتہائی باوقار علمی بزم کے آراستہ ہونے کا امکان نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے مقصد میں کامیاب کرے۔

پروفیسر ظفر الاسلام اصلاحی رکن مجلس انتظامیہ دارالمصنّفین نے حبیب شبلی مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی کے حفید پروفیسر ریاض الرحمٰن خاں شروانی مدیر کانفرنس گزٹ علی گڑھ و رکن مجلس انتظامیہ دارالمصنّفین کا کلیدی خطبہ سامعین کو پڑھ کر سنایا جو اپنی پیرانہ سالی اور ضعف کے سبب تشریف نہ لا سکے تھے لیکن انہوں نے علامہ شبلی سے متعلق اپنے جذبات کلیدی خطبہ کے قالب میں ڈھال دیا تھا۔ اس میں موصوف محترم نے علامہ شبلی کی علمی و عملی جدوجہد اور ان کے کارہائے

نمایاں کا تذکرہ بڑے دل نشین انداز میں کیا ہے، ان کی شاعری، تاریخ دانی، علی گڑھ میں ان کی زندگی پر مرتب ہونے والے اثرات، سرسید سے تعلق، ندوۃ العلماء سے وابستگی، قیام حیدرآباد، علی گڑھ میں علامہ شبلی کے اثرات، سفرنامہ روم ومصروشام، شمس العلماء کا خطاب، تمغہ مجیدیہ، الفاروق کی تصنیف، انجمن ترقی اردو ہند کے پہلے سکریٹری کی حیثیت سے ان کی خدمات کا بہت اچھے پیرایہ میں تذکرہ کیا ہے۔ علامہ شبلی کے سلسلہ میں ایک جگہ لکھتے ہیں ''علامہ شبلی ذکی الحس تھے، انہوں نے اختلافات کی وجہ سے علی گڑھ کو چھوڑا تھا اور حیدرآباد کو بھی۔ وہ شاید ندوۃ العلماء کو پہلے ہی چھوڑ دیتے لیکن عام اساتذہ اور طلبہ میں ان کی مقبولیت اس درجہ تھی کہ وہ ان کے گلے کا ہار بن گئی، بالآخر ۱۹۱۲ء آتے آتے یہ ابال اتنا بڑھ گیا کہ جھاگ اٹھا یعنی علامہ نے ندوۃ العلماء سے رسمی تعلقات منقطع کر لیے۔ رسمی اس لیے کہ دلی تعلق ہرحال باقی رہا''۔

کلیدی خطبہ کے بعد پروفیسر نعیم الرحمٰن فاروقی وائس چانسلر الٰہ آباد یونیورسٹی نے علامہ شبلی کی تاریخ نویسی پر انگریز مورخین کے سائنٹفک اصولوں کی روشنی میں بڑی اہم گفتگو کی اور یہ بتایا کہ علامہ شبلی کا مورخانہ شعور مغربی مورخین کے تاریخی شعور وآگہی سے کسی طرح کم نہ تھا، انہوں نے بھی تاریخی حوالوں میں عملی اصولوں کو اہمیت دی ہے اور حیرت ہوتی ہے کہ شبلی نے ایسے دور میں جب کہ وسائل کا فقدان تھا کیوں کر اتنے بڑے اور اہم کارنامے انجام دیے۔

اس کے بعد پروفیسر شمیم جیراج پوری سابق وائس چانسلر مولانا آزاد نیشنل یونیورسٹی حیدرآباد کو اظہار خیال کی دعوت دی گئی، انہوں نے کہا کہ علامہ شبلی نعمانی کے شاگردوں میں علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالسلام ندوی وغیرہ اس بلند مرتبہ کے شخص تھے کہ انہوں نے ان کے مشن کو آگے بڑھانے میں کامیابی حاصل کی۔ اگر انہوں نے اپنے پیچھے لائق وباصلاحیت جانشینوں کو نہ چھوڑا ہوتا تو دارالمصنّفین کے نام سے یہ جو عظیم الشان علمی سلطنت آپ کو نظر آرہی ہے، موجود نہ ہوتی، میں سمجھتا ہوں یہ ان کے تلامذہ اور جانشینوں کا عظیم کارنامہ ہے۔

اس کے بعد پروفیسر اختر الواسع کو اظہار خیال کے لیے بلایا گیا۔ انہوں نے کہا کہ علامہ شبلی اور ان کے جانشینوں کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے ملت کو احساس کمتری سے نکالا۔ وہ تعلیم کے تعلق سے انقلابی سوچ رکھتے تھے۔ ان کا ایک مقصد یہ تھا کہ تعلیم کا نظام ہمارے ہاتھ میں

ہونا چاہیے، اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے انہوں نے عصری علوم کے لیے اعظم گڑھ میں اسکول کی بنیاد رکھی۔ وہ ماضی آشنا اور مستقبل شناس تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے علمی، تحقیقی اور تعلیمی افکار کی معنویت آج بھی ویسے ہی باقی ہے اور ان سے ملت سو سال کے بعد بھی مستفیض و فیض یاب ہو رہی ہے۔ دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی نے علم و ادب اور تحقیق و تاریخ کے فروغ میں جو رول ادا کیا ہے وہ بے مثال ہے۔

اس کے بعد مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی، رکن مجلس انتظامیہ، نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سیرت پر بہت سی کتابیں تصنیف کی گئیں لیکن علامہ شبلی نعمانی کی سیرت النبی پوری دنیا کے لیے مثال ہے۔ انہوں نے علم حدیث میں علامہ شبلی کی دست رس اور ان کی گہری نظر کا تذکرہ بھی کیا، بخاری پر ان کے اہم حواشی کے متعلق بھی گفتگو کی اور علامہ شبلی کو نابغۂ روزگار بتایا۔

مولانا سید جلال الدین عمری، امیر جماعت اسلامی ہند، نے کہا کہ کسی بھی قوم کی بلند مرتبہ شخصیات اس کا سرمایہ اور روشنی کا مینار ہوتی ہیں۔ ان کے کارناموں سے قوم کو حرکت و عمل کا جذبہ ملتا ہے۔ ہماری تاریخ ایسی شخصیات سے بھری پڑی ہے جنہوں نے علامہ شبلی ہی کی طرح نہایت کم عمر پائی اور بے نظیر کارنامے انجام دیے۔ علامہ شبلی نے مختلف جہات سے ملت کی جو خدمات انجام دی ہیں، وہ بے مثال ہیں۔ ان کی کوشش تھی کی ملت باوقار زندگی گذارے، انہوں نے اپنے پیچھے بہت بڑا علمی ورثہ چھوڑا جس کی حفاظت و ترقی ملت کا فریضہ ہے۔ اس کے علاوہ وہ ملت کے مسائل سے بے خبر نہ تھے۔ ملت کے تئیں ان کی دل سوزی اور تڑپ نے ان کو نہایت اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا تھا۔ وہ ملت کے درد کو اپنا درد سمجھتے تھے۔ انہوں نے اپنی نظموں میں اس درد کو نہایت کھل کر بیان کیا ہے۔ دارالمصنّفین علامہ شبلی نعمانی کی ایک یادگار ہے۔ برصغیر کا کوئی بھی ادارہ اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ دارالمصنّفین جیسے ادارے امت کا بہت بڑا سرمایہ ہیں، ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ یہ ادارے زندہ اور فعّال رہیں۔

اس کے بعد صدارتی تقریر سے قبل مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے ہاتھوں ''سیرۃ النبی شبلی'' کے یادگاری ایڈیشن، راقم الحروف کی کتاب ''دارالمصنّفین کے سو سال''، ڈاکٹر خالد ندیم کی ''شبلی کی آپ بیتی''، علامہ شبلی نعمانی کی تصنیف ''الانتقاد علی تاریخ التمدن الاسلامی'' مع اضافہ و

تحقیق وتخریج ڈاکٹر محمد اجمل اصلاحی، ''شذرات شبلی'' (الندوہ کے شذرات) مرتبہ ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ڈاکٹر جاوید علی خاں کی انگریزی تصنیف ''محمد شبلی نعمانی - لائف اینڈ کنٹری بیوشنس'' کا اجرا عمل میں آیا۔ یہ کتابیں دارالمصنّفین نے شبلی صدی تقریبات کی مناسبت سے شائع کی تھیں۔ ان کے علاوہ رضا لائبریری رام پور کے ''فارسی قرآنی مخطوطات کی فہرست'' مرتبہ ساجدہ شروانی، معاونت ڈاکٹر ابوسعد اصلاحی اور عصر حاضر میں علامہ شبلی کے تعلیمی افکار کی معنویت (مجموعہ مقالات سمینار) مرتبہ مولانا عبیداللہ طاہر مدنی، مولانا ذکی الرحمٰن غازی فلاحی کا بھی اجرا کیا گیا۔

اس کے بعد صدر اجلاس مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ مسلمانوں میں تعلیمی پس ماندگی کا احساس سرسید احمد خاں اور علامہ شبلی نعمانی جیسی شخصیات کو بہت پہلے ہوگیا تھا۔ انہوں نے حالات کی نبض پر انگلی رکھی اور محسوس کیا کہ تعلیم کی کمی کے سبب قوم پس ماندگی کی شکار ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ ملت کی رسوائی ہورہی ہے، اسلام کو بدنام کیا جارہا ہے اور پوری ملت مایوسی وقنوطیت کے دلدل میں پھنستی چلی جارہی ہے۔ انہوں نے ملت کو اس سے نکالنے کے لیے تعلیم وتعلم کی رسی کو مضبوطی سے پکڑا اور اسی میں قوم کے درد کا درماں تلاش کیا۔ ان کے پختہ عزم کے سبب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور شبلی اکیڈمی جیسے انقلابی ادارے وجود میں آئے۔ انہوں نے مزید کہا کہ علامہ شبلی نے اپنے رفقاء اور شاگردوں کی ایسی ٹیم تیار کی جنہوں نے ان کے انتقال کے بعد بھی ان کے مشن کو جاری رکھا۔ آج علامہ شبلی کے انتقال کو ۱۰۰ برس مکمل ہوچکے ہیں، ہمیں اس وقت علامہ شبلی اور ان کے محبوب ادارہ دارالمصنّفین کے کاموں کا جائزہ لینا چاہیے۔ دارالمصنّفین اور ندوۃ العلماء کے تعلقات پر بھی روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ ہم دارالمصنّفین کو اسی طرح روز بہ روز ترقی پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پروفیسر اشتیاق احمد ظلی صاحب موجودہ ناظم دارالمصنّفین نے اس ادارہ کے تعلق سے اپنا حق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ ہم تہ دل سے شبلی صدی تقریبات کے انعقاد پر ان کو اور ان کے رفقائے کار کو مبارکباد دیتے ہیں اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعاگو ہیں کہ وہ ان تقریبات کو نتائج وثمرات کے لحاظ سے بارآور کرے۔ اس کے بعد اس نشست کے اختتام کا اعلان کیا گیا۔

دوسرے دن ۳۰ر نومبر کی صبح کو ۹ بجے شبلی صدی بین الاقوامی سمینار کے مقالات کی نشست

کا آغاز ہوا۔ مقالہ نگاروں کی تعداد کی کثرت کے باعث بیک وقت تین جگہوں پر (شبلی اکیڈمی کے کانفرنس ہال اور شبلی کالج کے دو ہالوں) میں مقالہ خوانی کی نشستیں منعقد ہوئیں۔ شبلی اکیڈمی کے ہال میں پروفیسر جسٹس محمد الغزالی کی صدارت اور مولانا محمد عمر اسلم اصلاحی کی نظامت میں کل چھ مقالات پڑھے گئے۔ پروفیسر جلال السعید الحفناوی نے ''الترجمۃ العربیۃ لعلم الکلام الجدید لمولانا شبلی النعمانی''، مولانا محمد فرمان ندوی نے مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن الاعظمی صاحب کا مقالہ ''علامہ شبلی اور ندوۃ العلماء''، پروفیسر ظفر الاسلام اصلاحی نے ''علی گڑھ علامہ شبلی کی اولین تصنیف۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم''، ڈاکٹر محمد شارق نے شبلی کے مقالہ ''اردو ہندی کی تحلیل و تجزیہ'' کے موضوع پر پڑھا، پروفیسر شافع قدوائی کا مقالہ ''شبلی کی قدر سنجی اور مولانا دریابادی'' کے عنوان سے تھا۔ اس نشست میں پروفیسر محمد الغزالی کے ہاتھوں ''سیرت شبلی از علامہ اقبال سہیل'' ترتیب و تصحیح مولوی فضل الرحمٰن اصلاحی، اسکالر دارالمصنّفین کا اجراء ہوا۔

شبلی کالج ہال نمبر ایک میں پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی کی صدارت اور ڈاکٹر محمد طارق ایوبی کی نظامت میں کل پانچ مقالات پڑھے گئے، پروفیسر محمد محسن عثمانی ندوی نے ''شبلی ادیب و نقاد''، پروفیسر سامی سلیمان محمد نے ''تقنیات سرد۔ سیرۃ الفاروق بین شبلی النعمانی وطٰہٰ حسین''، پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی ندوی نے ''شبلی اور ان کا عہد''، پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی نے ''شبلی کی تاریخ نگاری۔ اسباب و محرکات''، ڈاکٹر احسان اللہ فہد نے ''مولانا شبلی نعمانی اور درس نظامی'' کے عنوان سے پیش کیا۔

شبلی کالج کے ہال نمبر ۲ میں پروفیسر شریف حسین قاسمی کی صدارت اور ڈاکٹر فیضان احمد اعظمی کی نظامت میں پروفیسر ظفر احمد صدیقی نے ''تحقیق منسوبات اور علامہ شبلی نعمانی''، ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی جامعی نے ''الفاروق۔ علامہ شبلی کی ایک شاہکار تصنیف''، ڈاکٹر شمس بدایونی نے ''ملاقات شبلی و آزاد کے زمانے کا تعین'' اور ڈاکٹر عرفات ظفر نے ''تاریخ بدء الاسلام للعلامہ شبلی النعمانی'' کے عنوان سے مقالات پڑھے۔ یہ نشستیں ۹ سے ۱۱ بجے دن تک چلیں۔

اس کے بعد پون گھنٹہ وقفہ کے بعد دوسری نشست منعقد کی گئی۔ شبلی اکیڈمی کے کانفرنس ہال کا سیشن ہندی اسکالرز کے لیے مخصوص تھا، جس میں علامہ شبلی پر ہندی زبان میں

مقالات پیش کیے گئے اور کچھ بڑے اور ممتاز ہندو دانش وروں نے علامہ شبلی کی حیات اور کارناموں پر مفصل روشنی ڈالی۔ اس سے اندازہ ہوا کہ علامہ شبلی کی مقبولیت بہ حیثیت مورخ اور ایک عظیم اسکالر ہندی داں طبقہ اور برادران وطن میں کم نہیں۔ اس اجلاس کی صدارت پروفیسر دویندر راج آنکر اور نظامت جناب راجیو رنجن نے کی۔ اس میں جناب مکیش بھوشن، جناب رویندر رای، جناب جگدیش چند برنوال نے مقالات پیش کیے۔ ان مقالات میں علامہ شبلی کے سوانح کے ساتھ ان کی حب الوطنی اور وطن دوستی پر خاص گفتگو کی گئی تھی۔ اس اجلاس میں جگدیش برنوال کند نے کہا کہ علامہ شبلی و حالی دونوں کی سوچ وفکر ایک تھی اور اسی فکری اساس پر علامہ اقبال نے اپنی شاعری کی داغ بیل ڈالی۔ علامہ شبلی دلی اور لکھنؤ کے باشندہ نہ ہونے کے باوجود اردو کے عناصر خمسہ میں شامل ہیں اور صاحب اسلوب مصنف گذرے ہیں، جس کا اعتراف پوری علمی دنیا کرتی ہے اور ہمیں بھی ان کی بلند مقامی پر فخر ہے۔ مکیش بھوشن جی نے کہا کہ شبلی کو پڑھ کر یہاں کے مسلمانوں کو اپنے اسلاف کی تاریخ اور اپنے مقام کا اندازہ ہوا۔ ان کے علاوہ جناب عالم بدیع اور جناب حولدار یادو نے بھی خطاب کیا۔ جناب حولدار یادو نے کہا کہ اس وقت پوری دنیا میں مسلمانوں پر جو زیادتی اور ظلم ہو رہا ہے، اس کو شبلی نے بہت پہلے محسوس کر لیا تھا اور اس کے تدارک کا طریقہ بھی بتا دیا تھا اور وہی طریقہ آج بھی کارگر ہے۔ جناب عالم بدیع ایم ایل اے نے بھی حاضرین سے خطاب کیا اور شبلی کی فکر وسوچ کی موجودہ زمانے میں معنویت واہمیت بتائی۔ آخر میں صدر اجلاس دویندر رائے انکر نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ علامہ شبلی نے اپنی تحریر وتقریر دونوں میں ہندو مسلم اتحاد، بھائی چارگی اور قومی یکجہتی کی بات کی ہے، ان کے افکار ونظریات ملک وملت کی فلاح و بہبود کے تئیں انتہائی مخلصانہ تھے اور وہ ہر طرح کی فرقہ واریت کے سخت مخالف تھے۔

شبلی کالج ہال نمبر ا میں پروفیسر محسن عثمانی ندوی کی صدارت اور مولانا اشہد رفیق ندوی کی نظامت میں پروفیسر شکیل اختر نے ''شبلی اور تعلیم نسواں''، پروفیسر شریف حسین قاسمی نے ''فارسی شاعری کی تاریخ میں علامہ شبلی کے امتیازات''، ڈاکٹر فریدہ خانم نے انگریزی میں ''علامہ شبلی-اے گریٹ وژیزی''، ڈاکٹر قمر اقبال نے ''شبلی اور عربی ادب کی تنقید'' اور ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی نے

''علامہ شبلی اور تاریخ طب'' کے موضوعات پر مقالے پیش کیے۔

ہال نمبر۲ میں پروفیسر رفاقت علی خاں کی صدارت اور ڈاکٹر عمیر منظر کی نظامت میں پروفیسر سید محمد عزیز الدین حسین نے ''مولانا شبلی اور رضا لائبریری - ایک تاریخی تجزیہ''، ڈاکٹر محمد طارق ایوبی ندوی نے ''ندوۃ العلماء کا فکری، ملی شعور مولانا علی میاں پر علامہ شبلی کے اثرات کے حوالے سے''، ڈاکٹر محمود حافظ عبدالرب مرزا نے ''افکار العلامہ شبلی النعمانی السیاسیۃ: اہمیتھا ومدی افادتھا''، ڈاکٹر فیضان احمد اعظمی نے ''علامہ شبلی، شبلی منزل اور نیشنل آرکائیوز آف انڈیا''، ڈاکٹر ایاز احمد اصلاحی نے ''سیرۃ النبی اپنی تاریخ اور بعض علمی مباحث کے آئینہ میں'' کے عنوان سے مقالات پیش کیے۔ یہ نشستیں پونے بارہ بجے سے ڈیڑھ بجے تک چلیں۔ پھر ڈیڑھ گھنٹے وقفہ کے بعد ۳ سے ۴ بجے تک مقالات کی تیسری نشست ہوئی۔

اکیڈمی کے ہال میں پروفیسر عبدالقادر جعفری کی صدارت اور ڈاکٹر توقیر احمد ندوی کی نظامت میں ڈاکٹر عبدالرحمٰن گوندو نے ''علامہ شبلی کا سفر کشمیر''، مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی کا مقالہ ''علامہ شبلی اور علم حدیث''، جناب فریدالدین ندوی نے، جناب شمیم طارق نے ''ٹیگور کی شاعری اور شبلی کی شعریات'' اور ڈاکٹر شاداب عالم نے ''شبلی کا نظام تنقید'' کے عنوان سے مقالات پیش کیا۔

شبلی کالج کے ہال نمبر ا میں پروفیسر عبدالحمید براشق کی صدارت میں انگریزی مقالات کی نشست منعقد ہوئی، اس میں پروفیسر جمیل فاروقی نے "Al-Farooque and its Significance: Sociological Perspective"، پروفیسر اسرار احمد خان نے "Allama Shibli's Aunthentication of Historical Events in His Sirat al Nabi an Analysis"، مسٹر میکس بروس نے "Moulavi Among Missionaries, Muftis and Modemists: Shibli Nomani in the Levant Methodolog of Allama Shibli Nomani" کے عنوان سے مقالات پیش کیے۔

ہال نمبر۲ میں ڈاکٹر محمد اجمل ایوب اصلاحی کی صدارت اور ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی کی نظامت میں ڈاکٹر محمد عتیق الرحمٰن نے ''سفرنامہ روم ومصر وشام انیسویں صدی کے آخر کا شاندار کارنامہ''، جناب عزیر شمس نے ''امام ابن تیمیہ اور علامہ شبلی''، ڈاکٹر عمیر منظر نے ''علامہ شبلی اور شبلی

شناسی کے چند پہلو‘‘ کے عنوان سے مقالات پیش کیے۔ اس اجلاس کے خاتمہ کے بعد عصر کی نماز ہوئی۔ بعد نماز عصر طلبائے قدیم مدرسۃ الاصلاح کی جانب سے دیے گئے عصرانہ میں مندوبین و حاضرین نے شرکت کی۔

بعد نماز مغرب ساڑھے پانچ بجے مقالات کی نشست دوبارہ شروع ہوئی۔ شبلی اکیڈمی کے کانفرنس ہال میں پروفیسر ظفر احمد صدیقی کی صدارت اور ڈاکٹر محمد طاہر کی نظامت میں مولوی فضل الرحمٰن اصلاحی نے ’’دارالمصنّفین اور مولانا حمیدالدین فراہی‘‘، جناب احمد کلیم فلاحی نے ’’علامہ شبلی نعمانی کی شاعری کے پس پشت کارفرما عناصر‘‘، ڈاکٹر جمشید احمد ندوی نے ’’علامہ شبلی کا فیضان مسلسل: دارالمصنّفین‘‘، مولانا اشہد رفیق ندوی نے ’’عظمت رفتہ کی بازیافت میں شبلی کا کردار- تعلیم کے حوالہ سے‘‘، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی نے ’’مراسلات شبلی- ایک مطالعہ‘‘، مولانا محمد عمر اسلم اصلاحی نے ’’یادگار شبلی کے قیام و بقا میں علامہ فراہی کا کردار‘‘، پروفیسر خالد محمود نے ’’سفرنامہ روم و مصر و شام‘‘ اور راقم الحروف نے ’’ذکر مسعود‘‘ کے نام سے مقالات پیش کیے۔

ہال نمبر ا میں پروفیسر ڈیوڈ لیلی ولڈ کی صدارت میں انگریزی مقالات پڑھے گئے۔ پروفیسر عبدالحمید براشق نے "Turkey's Shibli: Shibli Nomani Studies in Turkish"، پروفیسر عبدالقادر جعفری نے "Analytical Study of Allama Shibli's Persian Poetry"، پروفیسر طالپ الپ نے "Our Decline and its Cause" اور ڈاکٹر جاوید علی خان نے "Shibli and Indian Politics" کے موضوع پر مقالات پڑھے۔

ہال نمبر۲ میں پروفیسر جمیل فاروقی کی صدارت اور ڈاکٹر توقیر عالم فلاحی کی نظامت میں کل سات مقالات پیش کیے گئے۔ پروفیسر علا محمد رافت نے ’’سفرنامہ روم و مصر و شام- قرأۃ و تحلیل‘‘، پروفیسر محمود علاوی نے ’’قرأۃ فی کتاب شعر العجم لشبلی النعمانی‘‘، مولانا محمد عنایت اللہ اسد سبحانی نے ’’علامہ شبلی نعمانی اور مسئلہ خلافت‘‘، ڈاکٹر محمد ایوب واقف نے ’’سفرنامہ روم و مصر و شام‘‘، ڈاکٹر محمد عارف عمری نے ’’مسلمانان ہند کا مذہبی تشخص- فکر شبلی کے آئینہ میں‘‘، ڈاکٹر محی الدین آزاد نے ’’علامہ شبلی نعمانی اور جدید عربی ادب کا ارتقاء- سفرنامہ کے حوالہ سے‘‘ کے عناوین پر مقالات پیش کیے۔

اس نشست کے بعد دس بجے شب میں ایک مختصر بزم مشاعرہ منعقد ہوئی۔ گولڈن جبلی میں بھی دوسرے دن شب کو پنڈت آنندنرائن ملا کی صدارت میں ایک ادبی نشست منعقد ہوئی تھی، جس میں روش صدیقی، حبیب احمد صدیقی، جگن ناتھ آزاد، عارف عباسی، شمس الرحمٰن قیسی فاروقی اور یحییٰ اعظمی وغیرہ نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا تھا۔ یہ مختصر محفل مشاعرہ پروفیسر خالد محمود کی صدارت اور ڈاکٹر عمیر منظر کی نظامت میں منعقد کی گئی، جس میں ڈاکٹر اے عبداللہ (امریکہ)، پروفیسر شہپر رسول، میکس بروس نادر (امریکہ)، جناب شمیم طارق، ڈاکٹر شمس بدایونی، ڈاکٹر احمد محفوظ، جناب مصداق اعظمی اور جناب نیاز جیراجپوری وغیرہ نے اپنے اشعار سے سامعین و حاضرین کی ضیافت طبع کا سامان کیا۔ یہ ایک مختصر لیکن کامیاب بین الاقوامی شعری مجلس تھی۔

اگلے روز تمام مقالات شبلی اکیڈمی کے کانفرنس ہال اور لائبریری ہال میں پڑھے گئے۔ پہلی دسمبر کو صبح ۹ بجے شبلی اکیڈمی کے کانفرنس ہال میں پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی کی صدارت اور ڈاکٹر ایاز احمد اصلاحی کی نظامت میں پروفیسر سید سلمان ندوی خلف الصدق علامہ سید سلیمان ندوی نے ''مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا شبلی اور مولانا تھانوی''، پروفیسر جسٹس محمد الغزالی نے ''علم کلام پر علامہ شبلی کے کارنامے کے چند پہلو''، ڈاکٹر احمد محفوظ نے ''نئے ادبی اصول اور شبلی''، مولانا عمیر الصدیق دریابادی نے ''حضرت مولانا سید سلیمان ندوی'' اور مولانا نسیم ظہیر اصلاحی نے ''علامہ شبلی اور علم حدیث'' کے عنوان سے مقالات پڑھے۔

لائبریری ہال میں مولانا محمد طاہر مدنی کی صدارت اور ڈاکٹر علاء الدین خاں کی نظامت میں ڈاکٹر توقیر عالم فلاحی نے ''نگارشات شبلی میں قرآنی مباحث''، حکیم شمیم ارشاد اعظمی نے ''علامہ شبلی اور طب یونانی''، ڈاکٹر محمد طاہر نے ''شبلی کی سخنوری اردو کے حوالے سے''، ڈاکٹر محمد آصف زہری نے ''علامہ شبلی کی نظموں میں احتجاج اور مزاحمت''، مولانا فریدالدین ندوی نے ''منہج تنقید العلامہ شبلی النعمانی دعاوی المستشرقین'' کے عنوانات سے مقالات پیش کیے۔

اس کے بعد ۱۵ منٹ چائے کے لیے وقفہ ہوا۔ وقفہ کے بعد پونے بارہ بجے شبلی اکیڈمی کے کانفرنس ہال میں پروفیسر خالد محمود کی صدارت اور مولانا نسیم ظہیر اصلاحی کی نظامت میں جناب یوسف قاراچانے ''علامہ شبلی اور نظام تعلیم''، پروفیسر شہپر رسول نے ''شبلی کی قطعہ نگاری''،

پروفیسر ابوسفیان اصلاحی نے ''سیرۃ النبی میں قرآنیات''، پروفیسر محمد سمیع اختر نے ''عربی زبان و ادب کی ترویج اور شبلی''، ڈاکٹر علاء الدین خاں نے ''نیشنل اسکول اور شبلی'' کے عنوان سے مقالات پڑھے۔

لائبریری ہال میں پروفیسر طالپ الپ کی صدارت میں پروفیسر ڈیوڈ لیلی ولڈ نے "Rooted Cosmopolitanism: Shibli; Sir Sayed and Aligarh"، ڈاکٹر ارشد اسلام نے "Contribution of Darul Musannefin to the Study of the History of Islam in Europ"، ڈاکٹر عبداللہ امتیاز نے ''علامہ شبلی کا جدید نظریہ تعلیم اور اس کے محرکات''، ڈاکٹر راجرشی گھوش نے "Use of History: Shibli Nomani and the Muslim Middle Class in Colonial Bengal" کے عنوان سے مقالات پیش کیے۔ یہ نشست پونے بارہ بجے سے ۱ بجے تک چلی۔ اس کے ڈیڑھ گھنٹے بعد ڈھائی بجے اختتامی اجلاس منعقد کیا گیا۔

اختتامی اجلاس کی صدارت ڈاکٹر سید سلمان ندوی صاحب ڈربن کو کرنی تھی لیکن علی گڑھ روانگی کے سبب اس اجلاس کی صدارت پروفیسر اشتیاق احمد ظلی اور نظامت ڈاکٹر محمد عارف عمری نے کی۔ ناظم اجلاس نے مختصر تمہید کے بعد تاثرات کے لیے سب سے پہلے بہار کے سابق رکن اسمبلی جناب اختر الایمان کو دعوت دی۔ انہوں نے کہا کہ عصر حاضر میں فکر شبلی سے استفادہ کی سخت ضرورت ہے۔ مولانا محمد عمر اسلم اصلاحی نے کہا کہ اس قدر وسیع پیمانے پر اعظم گڑھ جیسی چھوٹی جگہ پر بین الاقوامی سمینار اس سلیقہ سے کرنا بڑی بات ہے، ہم اس کے کارکنان بالخصوص پروفیسر اشتیاق احمد ظلی اور ان کے رفیق کار مولانا عمیر الصدیق ندوی وغیرہ کو مبارک باد دیتے ہیں۔ ترکی کے عبدالحمید براشق نے کہا کہ پروفیسر اشتیاق احمد ظلی نے مجھے اس علمی مجلس کا حصہ بننے کے لیے مدعو کیا، اس سے مجھے بہت خوشی و مسرت حاصل ہوئی، انہوں نے کہا کہ جب میں نے ترکی سے ہندوستان آنے کا ارادہ کیا تو ذہن میں ایک بات یہ تھی کہ جس شبلی کا نام پوری دنیا میں انتہائی عزت و احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے اور جن کی کوششوں سے قائم شبلی اکیڈمی پوری دنیا میں ایک شناخت رکھتی ہے، وہ انتہائی عظیم الشان اور بلند عمارت میں قائم ہوگی لیکن میں جب یہاں پہنچا تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی

کہ یہ ایک چھوٹی جگہ ہے لیکن ساتھ میں یہ خوش گوار مسرت بھی ہوئی کہ یہاں کے لوگوں کا نظریہ اور دل بہت بڑا اور وسیع ہے۔انہوں نے مزید کہا کہ زندگی نے اگر وفا کیا تو انشاء اللہ میں دارالمصنّفین پھر آنا چاہوں گا۔انہوں نے کہا کہ اکیڈمی مسلمانوں کی وراثت کا اہم حصہ ہے اور نوجوانوں کو اس سے جوڑنے کی ضرورت ہے۔مولانا مستقیم احسن اعظمی نے اپنے تاثرات دل نشین انداز میں پیش کیے اور اس کامیاب سمینار پر پروفیسر ظلی صاحب اور کارکنان دارالمصنّفین کو ہدیۂ تبریک پیش کیا۔ علامہ شبلی کے اوصاف وکمالات اور ان کے علمی وتحقیقی سرگرمیوں کے حوالہ سے بھی اہم باتیں کیں اور دارالمصنّفین کے اکابر سے اپنے دیرینہ تعلقات کا تذکرہ بھی کیا اور دعائیں دیں کہ اللہ تعالیٰ اس ادارہ اور اس مجلس کے معماروں اور خدمت گزاروں کو ہر قسم کی ترقیات سے نوازے۔جناب شمیم طارق نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ پورے شہر کو ایک ہی رنگ میں رنگا ہوا دیکھا۔سہ روزہ سمینار میں کل ۷۱ مقالات پیش کیے گئے اور ۹ ممالک کے مندوبین نے اس میں شرکت یہ شبلی اور ان کے اخلاص کا نتیجہ ہے اور اس عظیم کارنامے کے لیے شبلی اکیڈمی کے کارکنان مبارک باد کے مستحق ہیں،انہوں نے مزید کہا کہ شبلی نے ایک نسل کی آبیاری کی جس کے فیض کے چشمے جاری وساری ہیں،انہوں نے آخر میں اس بین الاقوامی سمینار کے متعلق بعض اہم تجاویز پیش کیں،پروفیسر رفاقت علی خاں نے کہا کہ دارالمصنّفین اور یہاں کے لوگ قوم کی امانت ہیں،اس سے وابستہ محققین وادباء نے جس بے سروسامانی میں علم وتحقیق اور ادب کی خدمت کی ہے اور حتی الامکان اپنے عہد کے چیلنجز کا سامنا کیا ہے،وہ لائق تعریف ہے،مگر اب نئی صدی میں ایک جامع پالیسی اور ہدف کے ذریعہ ہی متعینہ مقاصد کی تکمیل ہوسکتی ہے کیونکہ اب پہلے کے مقابلہ میں چیلنجز زیادہ ہیں۔آخر میں پروفیسر اشتیاق احمد ظلی نے کہا کہ دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی قومی ورثہ ہے،انہوں نے حاضرین ومندوبین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ آج میرے جسم کا ایک ایک رویاں بے پایاں احساس تشکر سے سرشار ہے، میں سوچتا تھا کہ اتنا بڑا کام کیسے انجام پائے گا لیکن یہ سب اللہ کا کرم ہے کہ یہ کام ہم لوگ انجام دے سکے۔مجھے امید ہے کہ آپ کی دعاؤں کے سہارے یہ سفر مستقبل میں بھی جاری رہے گا۔انہوں نے مزید کہا کہ شبلی نے ایک صدی قبل برادران وطن کی تہذیب وثقافت اور ان کی مذہبی روایات واقدار کو جاننے اور سمجھنے کی

اہمیت کو محسوس کیا تھا۔ضرورت ہے کہ نئی صدی میں ہم تقابل ادیان کا شعبہ قائم کریں اور شبلی کے اس خواب کو پورا کریں جس میں انہوں نے سب کے ساتھ مل کر اس ملک کی خوش حالی کا خواب دیکھا تھا۔انہوں نے کہا کہ نئی صدی کی ضرورتوں کے لحاظ سے نئی پالیسیوں کو بنانے کی ضرورت ہے۔علم وتحقیق کے جس معیار پر دنیا کام کر رہی ہے ہمیں بھی اسی انداز پر کام کرنا ہوگا۔انہوں نے مزید کہا کہ ہمیں احساس ہے کہ شبلی اکیڈمی کے بہت سے منصوبے ابھی ادھورے ہیں،ان کی تکمیل ہماری ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ہم تاریخ اسلام کے نامکمل سلسلہ کی تکمیل، یورپ، ملیشیا، انڈونیشیا میں اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کو بھی اپنی تحقیقات کے زمرہ میں لانا چاہتے ہیں۔علامہ شبلی کا ایک اہم کام حفاظت واشاعت اسلام سے متعلق تھا۔اہل نظر واقف ہیں کہ موجودہ حالات میں اس کی ضرورت اور اہمیت کتنی بڑھ چکی ہے۔مزید براں ان دنوں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف الزامات کی لے تیز ہو چکی ہے،اس کے جواب کا بھی منصوبہ ہمیں بنانا ہوگا۔انہوں نے کہا کہ جب اکیڈمی کی نظامت مجھے سپرد کی گئی تو اس کا ہر گوشہ توجہ کا طالب تھا، جب مجھے یہ خیال آتا تھا کہ علامہ شبلی نعمانی کی وفات اور اس ادارہ کی بنیاد کو سو سال ہو رہے ہیں تو اس کے تقاضوں اور ضروریات کے پیش نظر مجھے اپنی کم مائیگی کا شدت سے احساس ہوتا تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ممکن ہو سکے گا لیکن اللہ نے اس کے لیے اسباب پیدا کیے جو آپ کے سامنے ہیں۔ادارہ نے ایک برس قبل جو پکار لگائی تھی اس کا مقصد بھی یہی تھا کہ آپ یہ یاد کریں علامہ شبلی نے ہمارے لیے کیا کیا،ان کے بعد اس ادارے کے معماروں مولانا سید سلیمان ندوی ، مولانا عبدالسلام ندوی اور مولانا مسعود علی ندوی وغیرہ نے ان کے منصوبوں کو کس طرح بہترین انداز میں پایہ تکمیل تک پہنچانے کی مسلسل کوشش کی اور اب عہد حاضر میں اس کے تقاضے کیا ہیں اس پر غور کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے حاضرین کو یقین دلایا کہ اس موقع پر جو مشورے دیے گئے ہیں ان پر عمل کرنے کی حتی الامکان کوشش کی جائے گی۔انہوں نے آخر میں ان تمام علمی وتعلیمی اداروں اور کارکنان شبلی اکیڈمی اور اپنے تمام محسنین کا شکریہ ادا کیا، جنہوں نے شبلی تقریبات کو کامیاب بنانے میں کسی طرح کا بھی تعاون دیا۔خاص طور سے ضلع انتظامیہ اور الکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے اس پورے پروگرام کی تشہیر میں پوری دلچسپی دکھائی۔ جناب راجیو رنجن، جناب حوالدار یادو اور ڈاکٹر

انوپ سنگھ نے اس سلسلہ میں خاص طور پر حصہ لیا تھا، ان کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اس کے بعد ناظم اجلاس ڈاکٹر محمد عارف عمری صاحب نے اجلاس کے اختتام کا اعلان کیا۔

بیرونی ممالک کے مندوبین نے علامہ شبلی اور دارالمصنّفین کے متعلق اپنے جن احساسات وتاثرات کا اظہار کیا، ان کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔ ترکی کے ممتاز اسکالر یوسف قاراچا نے کہا کہ ساٹھ کی دہائی میں یہاں آنے کا اتفاق ہوا تھا۔ اس وقت علامہ شبلی سے جو دلچسپی پیدا ہوئی تھی اس کا عملی ثبوت میں نے الغزالی، سیرۃ النبی اور سفرنامہ روم ومصروشام کا ترکی زبان میں ترجمہ کر کے دیا ہے، جو وہاں پر بہت مقبول ہیں۔ انہوں نے اس موقع پر ترکی کے صدر طیب اردگان کا اکیڈمی اور بین الاقوامی سمینار کے مندوبین کی خدمت میں سلام پیش کیا۔ پاکستان کے ممتاز اسکالر جسٹس محمد الغزالی نے کہا کہ علامہ شبلی کا بڑا کارنامہ سید سلیمان ندوی کی تربیت ہے۔ انہوں نے کہا کہ اصلی کام آدمی کی تصنیف ہے، انہوں نے اپنے پیچھے اہل قلم کی ایک صف کھڑی کردی۔ ہندوستان اور پاکستان میں کوئی بھی ایسا ممتاز ادارہ نہیں کہ جہاں شبلی وشاگردان شبلی کی علمی وادبی خدمات کا تذکرہ نہ ہوتا ہو۔ پروفیسر سید سلمان ندوی خلف الصدق علامہ سید سلیمان ندوی نے کہا کہ علامہ شبلی کی عبقریت ایک صدی بعد بھی برقرار ہے، علامہ شبلی سے جو محبت وعقیدت والد صاحب کو تھی وہ ناقابل بیان ہے۔ انہوں نے حضرت تھانویؒ سے بیعت وارادت کے باوجود مولانا شبلی سے وفاداری وعقیدت ومحبت میں کوئی فرق نہیں آنے دیا اور تزکیہ واحسان کی راہ بھی اس عقیدت ومحبت کو کم نہ کرسکی۔ پروفیسر سامی سلیمان نے کہا کہ ہمارے مطالعہ کے مطابق علامہ شبلی کی مقبولیت مصر میں ہندوستان سے کم نہیں، علامہ شبلی روشنی کے ایسے مینار تھے، جس کی روشنی سے دنیا کا ہر گوشہ روشن ہے۔

عرب اور ترکی کے محققین کے سلسلہ میں خاص بات یہ تھی کہ ان میں زیادہ تر اردو زبان سے اچھی طرح واقف تھے اور بعض نے اپنے مقالات اردو زبان میں پیش کیے، اس سے بیرونی ممالک میں اردو سے دلچسپی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ پروفیسر جلال السعید حفناوی، ڈاکٹر محمود علاوی، پروفیسر علا محمد رافت وغیرہ اردو میں گفتگو کر رہے تھے اور اپنا مقالہ اردو میں پیش کیا، پروفیسر جلال السعید کے بیان کے مطابق ۱۹۳۱ء سے مصر کی متعدد یونیورسٹیوں میں باقاعدہ اردو کے شعبے قائم ہیں اور وہاں اردو پڑھائی جاتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ علامہ شبلی کی الفاروق، الکلام، علم الکلام،

سفرنامہ روم ومصر وشام کا عربی میں ترجمہ انہوں نے ہی کیا ہے۔انہوں نے کہا کہ شبلی عالمی سطح کے عالم دین اور مفکر و دانشور تھے۔انہیں مصر میں بہت عزت و احترام سے دیکھا جاتا ہے اور ان کی تصنیفات کے ترجموں کو پسند کیا جاتا ہے۔عصر کے بعد شبلی چلڈرن اسکول، نظام آباد کی طرف سے دیے گئے عصرانہ میں مندوبین نے شرکت کی۔

دارالمصنّفین میں شبلی صدی تقریبات کے آغاز کا سب سے مرکزی اور اہم کام سہ روزہ بین الاقوامی سمینار کا انعقاد تھا، جس کی تفصیلات سطور بالا میں نقل کی گئی ہیں، اس میں کل ۹۲ مقالات پیش کیے گئے، جس میں ۹ عربی زبان اور ۱۴ انگریزی میں تھے لیکن سمینار میں کل ۷۱ مقالات پڑھے گئے۔ان مقالات کی تلخیص ''تلخیص مقالات شبلی صدی بین الاقوامی سمینار منعقدہ ۲۹/نومبر تا یکم دسمبر ۲۰۱۴ء'' کے عنوان سے ۱۹۲ صفحات پر مشتمل مندوبین کو پیش کر دی گئی تھی۔

ان تقریبات کو یادگار بنانے کے لیے کئی مہینہ قبل سے عمارتوں پر رنگ و روغن کا کام شروع کر دیا گیا تھا، سب سے مشکل کام کتب خانہ کے اندر کی پینٹنگ تھی، کتابوں سے بھری سینکڑوں الماریاں ہٹائی گئیں، کتب خانہ کے اندر کے مرکزی ہال، علامہ سید سلیمان ندوی ہال اور داہنے بائیں جانب دونوں ہالوں کی بلند بالا چھت کی صفائی اور پینٹنگ میں خاصا وقت لگا۔ ان کے علاوہ کانفرنس ہال، مہمان خانہ، مسجد، دفتر اور رہائشی مکانات وغیرہ کے بیرونی حصہ پر سفید رنگ کی چادر اڑھا دی گئی، جس نے خاص طور پر مہمانوں اور زائرین کے دامن دل کو اپنی جانب کھینچا۔ادارہ کے ہر حصہ کو صاف ستھرا کر دیا گیا تھا اور پورا احاطہ روشنی سے جگمگا رہا تھا، پورا شہر اس منظر کو دیکھنے اور اس منظر کو تصویروں میں قید کرنے کے لیے ٹوٹ پڑا۔دارالمصنّفین کے محدود خدمت گزاروں نے تو اپنی جان کی بازی لگا دی تھی۔ ہر فرد متحرک تھا، جس کے ذمہ جو کام دیا گیا اس نے نہایت ایمان داری اور دیانت داری سے انجام دیا۔ پروفیسر اشتیاق احمد ظلی صاحب نے ادارہ کی خدمت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا ہے، خاص طور پر ان تقریبات کو یادگار و تاریخ ساز بنانے کے لیے انہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔مولانا حافظ عمیر الصدیق ندوی نے اس موقع کے تمام علمی کام بالخصوص پرنٹ میڈیا کی تمام ذمہ داریاں اپنے سر اوڑھ لیں اور ان کو دارالمصنّفین اور علامہ شبلی سے متعلق تمام معلومات فراہم بلکہ املا کراتے رہتے تھے۔راقم

نے انہیں کی نگرانی میں عمدہ علمی نمایش کا اہتمام کیا جو جو مہمانوں اور زائرین کے لیے بہترین علمی اور ثقافتی ضیافت ثابت ہوئی ، میوزیم میں پہلے علامہ شبلی ، علامہ سید سلیمان ندوی ، مولانا عبدالسلام ندوی اور قدیم رفقائے دارالمصنّفین سے متعلق فریم دیواروں پر آویزاں تھے، ان کو پھر سے از سرنو نہ صرف مرتب کیا بلکہ اس میں عہد حاضر تک کے رفقاء کا اضافہ کیا گیا۔ اس کے علاوہ دارالمصنّفین عہد بہ عہد بہ اعتبار نظامت کے عنوان سے الگ فریم بنائے گئے، جس میں ہر ناظم کے عہد میں مجلس منتظمہ اور مجلس عاملہ کے صدور، رفقاء و اعزازی رفقاء، مہتمم یا جوائنٹ سکریٹری کے نام اور ان کے عہد کی مطبوعات و تصنیفات درج کی گئی ہیں۔ دارالمصنّفین کے اراکین، ممتاز زائرین، حیاتی اراکین اور علامہ شبلی اور دارالمصنّفین کے نظماء، عربی اور اردو میں پیش کیے گئے سپاس نامے اور خود دارالمصنّفین نے جن شخصیات کو سپاس نامے پیش کیے تھے ان کے فریم بھی تیار کرائے گئے، مخطوطات و مسودات اور میوزیم میں رکھی گئی تصاویر اور خطوط پر ہندی اور اردو میں ٹیگ تیار کیا گیا، یہ تمام کام کمپیوٹر کتابت کے ذریعہ ہوا جس کو حافظ عبدالرحمٰن قمر عباسی اور حافظ محمد ذاکر نے انجام دیا، اس کے علاوہ کمپیوٹر کے ذریعہ تمام کام مثلاً مقالات و تلخیصات کی حصول یابی، تمام طرح کی مراسلت اور اس موقع پر خاص کتابوں کو طباعت کے لیے بھیجنے سے متعلق کام دن رات ایک کر کے حافظ عبدالرحمٰن قمر عباسی نے انجام دیا۔ اسسٹنٹ لائبریرین سلیم جاوید اعظمی نے محمد زاہد، امان اللہ، نصیرالدین، احمد اور نثار احمد (کلو) کے ساتھ مل کر ان تمام اشیاء کو شوکیس میں نہایت سلیقہ سے رکھا، مولوی فضل الرحمٰن اصلاحی، حافظ محمد شریف اور ابوسعد فلاحی وغیرہ بھی ان کی معاونت کو حاضر تھے۔ رہائشی مکانات اور دوسری عمارتوں پر اس موقع کے لیے خاص تختیاں تیار کرائی گئیں، اس خاص موقع پر علامہ سید سلیمان ندوی کی میز اور ان کی باقیات کو میوزیم میں رکھ دیا گیا تھا تاکہ ایک جگہ نمایش ہو سکے، اس کے بعد یہ اپنی جگہ پر منتقل کر دی جائیں گی۔

شعبہ مراسلات کے انچارج مرزا احمدان بیگ نے پوری لائبریری کو کمپیوٹر پر لانے کے لیے انتہائی اہم پروگرام ''شبلب'' کے نام سے دو سال کی محنت شاقہ کے بعد تیار کیا جس کا افتتاح سمینار کے چند روز قبل پروفیسر ظلی صاحب کے ہاتھوں ہوا۔ یہ بھی شبلی صدی تقریبات کے لیے عظیم علمی تحفہ تھا۔ میوزیم کی تزئین و آرائش، فریم کی ڈیزائن اور کتب خانہ کی از سرنو تنظیم میں ان کی تجویزوں

اور مشوروں کو خاص اہمیت دی گئی۔ پورے پروگرام کو لائیو اسٹریم کرنے کے لیے انہوں نے بڑی محنت اور دیدہ ریزی سے کام لیا اور اس کام میں ان کو ہشام اجمل اعظمی کا پورا تعاون حاصل رہا۔ دارالمصنّفین کے تمام کمپیوٹر کو ایک دوسرے سے جوڑنے کا کام انہیں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ اس کے علاوہ آن لائن پرچیزنگ فارم بھی انہوں نے تیار کر کے شبلی صدی تقریبات کے موقع پر نہایت مفید کام انجام دیا۔

شبلی صدی تقریبات کی خاص تیاریوں میں پروفیسر اشتیاق احمد ظلی صاحب نے سیرۃ النبی حصہ اول و دوم کو آرٹ پیپر پر یادگار ایڈیشن شائع کرنے کا پروگرام بنایا تھا جو الحمدللہ پورا ہوا۔ اس کے علاوہ انہوں نے اس موقع پر شبلی کی آپ بیتی، دارالمصنّفین کے سو سال، شذرات شبلی، محمد شبلی نعمانی۔ لائف اینڈ کنٹری بیوشن اور الانتقاد کا محقق ایڈیشن بھی شبلی صدی مطبوعات کے نام سے دارالمصنّفین کے سلسلہ مطبوعات میں اضافہ کیا۔ سیرت عائشہ، دین رحمت، اسلام میں مذہبی رواداری اور خطبات مدراس، عرب و ہند کے تعلقات کے ہندی اور انگریزی زبانوں میں ترجموں کی اشاعت بھی شبلی صدی تقریبات کے تحت کرائی اور ظاہری لحاظ سے پورے دارالمصنّفین کو دلہن بنا دیا، جس کے دید کے لیے پورا شہر ٹوٹا پڑ رہا تھا۔

ان تقریبات کے مصارف کے لیے جوائنٹ سکریٹری جناب عبدالمنان ہلالی، پبلی کیشن انچارج ڈاکٹر فخر الاسلام اعظمی نے مالیات کی فراہمی میں قابل قدر کوششیں کیں، محمد ماجد، ظریف الحسن، اختر الزماں نے آفس کا پورا کام سنبھالا، وصی الرحمٰن نے سمینار کے لیے خط و کتابت اور آفس کے کاموں کے علاوہ صفائی ستھرائی کے کام کی نگرانی کی۔ محمد شاہد، رام شکل، اعجاز احمد، محمد احمد، رشید احمد، محمد حکیم، کلپناتھ اور محمد فیروز نے اپنے فرائض منصبی بحسن خوبی انجام دیے، محمد عبید، اشتیاق حسین، محمد آصف، محمد راشد اور آتما رام (پپو)، سریندر موریہ، دھرم دیو نے اپنی ذمہ داری نبھانے میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں کی۔

شبلی صدی تقریبات کے ایک حصہ کے طور پر ۲۹/نومبر سے ۵/دسمبر تک کتاب میلہ کا بھی اہتمام کیا گیا جس کی ذمہ داری جناب راجیو رنجن نے سنبھالی۔ ہندوستان کے اہم اور بڑے ناشرین نے اس میں شرکت کی، دیپ پرکاش، نیشنل بک ٹرسٹ، راج کمل پرکاشن، رادھا کرشنا پرکاشن،

ساہتیہ اکیڈمی، ساہتیہ بھنڈار، ماڈرن پبلی کیشن، بھارتی گیان پیٹھ، ششانک پریس، رضا لائبریری رامپور، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، مکتبہ نعیمیہ اور مکتبہ الفہیم وغیرہ نے اس میں شرکت کی۔ دارالمصنّفین کی کتابیں خاص طور پر اردو داں طبقہ کی توجہ کا مرکز رہیں۔ میلہ میں متعدد ثقافتی اور مقابلہ جاتی پروگرام بھی منعقد کیے گئے جس میں طلبہ وطالبات نے بڑی دلچسپی دکھائی۔

صد سالہ تقریبات کے اختتام کے بعد دارالمصنّفین کے کارکنوں کی جانب سے پروفیسر اشتیاق احمد ظلی صاحب کو اس کامیاب پروگرام پر مبارکباد دینے کے لیے مجلس تہنیت منعقد کی گئی۔ اس مجلس کی صدارت جوائنٹ سکریٹری جناب عبدالمنان ہلالی اور نظامت راقم السطور نے کی۔ مولانا حافظ محمد عمیر الصدیق صاحب نے پہلے پروفیسر اشتیاق احمد ظلی صاحب کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا اور اسے پڑھ کر سنایا۔ جس سے حاضرین مجلس پر رقت طاری ہوگئی۔ راقم نے پروفیسر ظلی صاحب کو، ڈاکٹر محمد عارف عمری نے جناب عبدالمنان ہلالی کو، ڈاکٹر جاوید علی خاں نے مولانا عمیر الصدیق دریابادی کو، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی نے ڈاکٹر فخر الاسلام اعظمی کو یادگاری نشان پیش کیا۔ آخر میں پروفیسر ظلی صاحب نے کارکنان دارالمصنّفین کی جانب سے کی گئی اس قدر افزائی پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ شبلی صدی تقریبات کی یہ کامیابی اللہ کے خاص فضل اور آپ حضرات کی بے پناہ محنت کا ثمرہ ہے۔ اب ہماری ذمہ داریاں اور بڑھ گئی ہیں اور قوم ہم سے مزید کا مطالبہ کرتی ہے۔ میرے جسم کی ان بوڑھی ہڈیوں میں جو جان ہے وہ آپ حضرات اور ادارہ کی خدمت کے لیے وقف ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے آئندہ سفر کی مشکلات آسان فرمائے اور ہم سب مل کر ادارہ کو ہر قسم کی بلندیوں تک پہنچانے کی کوشش کریں۔ آمین!